حسینؑ اور انسانیت

رئیس العلماء آیۃ اللہ سید کاظم نقوی، سابق ڈین آف تھیالوجی ڈپارٹمنٹ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

سمندر کے ٹھہرے ہوئے پانی میں جب کوئی پتھر پھینکا جاتا ہے تو اس کے پہنچتے ہی اس کے محل وقوع کے ارد گرد شروع میں پانی کی لہروں کا ایک چھوٹا سا دائرہ بنتا پھر وہی وقت گزرنے کے ساتھ بڑا ہوتا رہتا ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعۂ شہادت کی بھی تقریباً یہی شان ہے کہ اگر چہ تیرہ سو برس سے زیادہ کا عرصہ اس کو پیش آئے ہوئے گذر چکا ہے لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ اس کے اثرات کا دائرہ برابر وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جارہا ہے۔

جہاں کہیں ظلم و باطل کے خلاف کوئی مظلوم اور حق پسند آواز بلند کرتا اور قدم اٹھاتا ہے تو اس کی نظر حضرت امام حسینؑ کے مثالی اقدام کی طرف جاتی ہے وہ ان کی ہمت، جرأت وشجاعت، حق پسندی، صاف گوئی، فداکاری، ثبات و استقلال اور سکون واطمینان کو اپنا راہنما قرار دیتا ہے۔

امام حسینؑ کی عظیم شخصیت کو صرف مسلمان قدر و منزلت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے ہیں بلکہ وہ تمام اقوام و ملل کے مذہبی عقائد کے انتہائی گہرے اختلافات کے باوجود سب کی عقیدتوں کا نہایت مقدس روحانی مرکز ہے، یقیناً گونا گوں وجوہ سے وہ اسی کی حق دار اور سزاوار ہے۔

۱۔ یہ دنیا خود غرضی کی گھنونی بستی کا نام ہے

اس دنیا میں اپنے دنیوی شخصی مفادات کے پجاری رہتے ہیں، عام طور پر لوگوں کو اپنے ذاتی مفاد سے سروکار ہے۔ یہاں خالص رفاہِ عام کے کاموں کے پیچھے بھی پست نفسانی اغراض کارفرما نظر آتے ہیں اکا دکا آدمی ملتے ہیں جو اپنے ذاتی فائدوں کو قربان کرتے ہوئے کسی ایسے کام کے لئے تیار نہیں ہوتے جو ان کے نزدیک غلط ہو، سیاست کی دنیا میں ایسے لوگوں کو عقل مند، مصلحت اندیش اور کامیاب نہیں سمجھا جاتا ہے۔

آخر اس میں کیا مضائقہ تھا کہ حضرت امام حسینؑ بھی بہت سے عوام الناس کی طرح یزید کی بیعت کر لیتے، یقیناً اس صورت میں خود ان کی جان ان کے رشتہ داروں اور دوستوں کی جانیں بچ جاتیں، انہیں اپنا وطن مدینہ نہ چھوڑنا پڑتا، وہ دیار بہ دیار پناہ گاہ تلاش نہ کرتے پھرتے، انہیں گھیر کر تین دن کا بھوکا پیاسا کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں تلواروں اور بھالوں سے ٹکڑے ٹکڑے نہ کیا جاتا، ان کی لاشوں پر گھوڑے نہ دوڑائے جاتے، ان کے وفادار جوان بھائی عباسؑ کے شانے نہ کاٹے جاتے ان کے سر پر گرز نہ مارا جاتا، ان کے کڑیل جوان بیٹے علی اکبرؑ کے سینے پر برچھی نہ لگائی جاتی، ان کے چھ مہینے کے بچے کو بھوک پیاس کی حالت میں تین بھال کے تیر کا نشانہ نہ بنایا جاتا، لیکن حسینؑ نے تمام دنیا کے انسانوں کے سامنے بلاتفریق مسلک و ملت عملی مثال پیش کردی کہ آدمی یہ تمام مصیبتیں، تمام تکلیفیں، تمام ظاہری ذلتیں برداشت کرسکتا ہے، مگر جس کام کو اس کی عقل اور اس کا ضمیر غلط سمجھتا ہو اسے وہ ہرگز نہیں کرسکتا۔

یزید کی طرف سے جب مدینہ کے حاکم ولید نے امام حسینؑ سے خواہش کی کہ وہ یزید کی بیعت کرلیں تو انہوں نے ایک ایسا جواب دیا جس نے تمام دنیائے انسانیت کے سامنے یہ اصول بنا کر رکھ دیا کہ ضمیر فروشی کسی قیمت پر بھی نہیں کی جاسکتی۔

ان یزید رجل فاسق شارب الخمر قاتل النفس المحترمه معلن بالفسق و مثلی لایبایع مثلہ۔

(لہوف ابن سید طاؤس ؒ)

''یزید ایک فاجر و فاسق شخص ہے۔ وہ شراب پیتا، کھلم کھلا خدا کے احکام کی نافرمانی کر کے ان کی توہین کرتا ہے، میرا جیسا آدمی اس جیسے شخص کی بیعت نہیں کرے گا۔''

امام حسینؑ چوں کہ خاندان رسالتؐ کے بزرگ ترین نمائندے تھے اس لئے جانتے تھے کہ میرے بیعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے یزید کو اس قابل مان لیا ہے کہ میرے جیسا انسان اس کی بیعت کرے، کوئی دوسرا ایسا کرسکتا تھا، لیکن حسینؑ جس بلند اور مثالیہ کیریکٹر کا نام ہے وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے تھے، یزید کے سامنے ان کے سر جھکانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیں، یزید کے لئے لوگوں سے جو بیعت لی جارہی تھی وہ یہ نہیں تھی کہ حاکم وقت کتاب خدا قرآن مجید اور پیغمبر اسلامؐ کی سنت و سیرت کے مطابق عمل کرے گا، اگر ایسا بھی ہوتا تب بھی حسینؑ کا یزید کی بیعت کرنا شرعی اور قطعی طور پر صحیح نہیں تھا، کیوں کہ یزید کا گزشتہ اور موجودہ کیرکٹر اس کی اجازت نہیں دیتا تھا، اس کے کسی توبہ نالے کی نشر و اشاعت نہیں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ''آزمودہ را آزمودن خطا است'' کا اٹل اصول بھی اس کا روادار نہیں تھا، امام حسینؑ کی صلح کی شرطوں کا کیا ہوا؟ اس کو کون نہیں جانتا، تاریخ بتاتی ہے کہ جب مسلم ابن عقبہ اہل مدینہ سے یزید کے لئے بیعت لے رہا تھا تو اس کے پاس یزید ابن عبداللہ ابن ربیعہ کو لایا گیا مسلم ابن عقبہ نے ان سے کہا کہ میری بیعت کرو۔ انہوں نے کہا کہ میں تمہارے ہاتھوں پر بیعت کرتا ہوں بشرطیکہ کتاب و سنت پر عمل کیا جائے، مسلم ابن عقبہ نے کہا کہ اس طرح بیعت نہیں ہوگی، اس طرح بیعت کرو کہ تم امیر المومنین یزید کی ملکیت ہو وہ جو چاہے تمہارے ساتھ سلوک کرے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امام حسینؑ کی بیعت یزید کر لینے کا مطلب یہ تھا کہ آپ خدا سے اپنی بندگی کا رشتہ توڑ کر یزید کی بندگی اختیار کر لیں خدا نے تمام انسانوں کو آزاد پیدا کیا ہے لیکن یزید انھیں اپنا غلام بنانا چاہتا تھا۔

امام حسینؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کر کے انسانی عزت و شرافت کا بھرم رکھ لیا تھا، معقول حدوں کے اندر آزادی انسان کا فطری حق ہے، تمام انسانیت کا دل اس لئے امام حسینؑ کی ذات کی طرف کھنچنا چاہئے کہ آپ نے اس کے اس فطری حق کو محفوظ کر دیا آپ وہ تھے جن کا مقولہ تھا کہ:

''اے انسان تو اپنے کو کسی دوسرے کا غلام نہ بنا، کیوں کہ تجھے خدا نے آزاد خلق کیا ہے۔''

امام حسینؑ اس لئے عزت و احترام کے حق دار ہیں کہ انہوں نے جو کہا تھا وہ کر کے دکھادیا، اقوال کے میدان کے شہسواروں کی دنیا میں کمی نہیں ہے لیکن ایسے لوگوں کی بہت کمی ہے جن کا عمل ان کے قول کے مطابق ہو قول اور فعل کی ہم آہنگی ایک ایسی ممدوح صفت ہے جو ادیان و مذاہب کے افتراق سے بالاتر ہے، اس لئے حسینؑ کی ذات کو بھی ان جدائیوں سے بالاتر رکھنا چاہئے۔

۲۔ باطل اقتدار کے خلاف بغاوت قابل فخر ہے۔

یہ صدی دبی پسی قوموں کی سر اٹھانے کی صدی ہے۔ یہ صدی کمزوروں مجبوروں اور بے سہارا لوگوں کے ابھرنے کی صدی ہے، یہ صدی ظلم و استحصال کا جوا اتار پھینکنے کی صدی ہے۔ یہ صدی انانت و نخوت، غرور و تکبر کا سر کچلنے کی صدی ہے، یہ صدی فقر و تنگ دستی، غربت و فلاکت و افلاس و بے چارگی کے باغیانہ جذبات کے بروئے کار آنے کی صدی ہے۔ اس صدی میں حسینؑ اور حسینیت ضرور اس قابل ہیں کہ دنیا کی تمام ایسی قوتیں جو جابرانہ اقتدار سے چھٹکارے کے لئے قدم اٹھا چکی ہیں یا اس کی بابت سوچ بچار کر رہی ہیں انھیں اپنا رہنما اور سنگ میل قرار دیں، جنھوں نے اس وقت جب کہ وہ یزید کی بیعت کرنے سے قطعی انکار کر چکے تھے اور مروان ابن حکم نے انہیں سرراہ آمنا سامنا ہوجانے کے موقع پر

مخلصانہ انداز میں یہ نصیحت کی تھی کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ یزید کی بیعت کر لیجئے، اسی میں آپ کے دین ودنیا کی بھلائی ہے تو اس وقت امام حسینؑ نے جواب میں فرمایا تھا کہ:

’’اگر تمہاری رائے کے مطابق میں یزید جیسے خدا کے کھلم کھلا نافرمان شخص کی بیعت کرلوں تو اسکے معنی یہ ہیں کہ دنیا سے خدا کی بندگی رخصت ہوجائے اور کوئی یہ نہ سوچے کہ اپنا سب کچھ اسکے سپرد کر دینا چاہئے پھر اس پوری قوم اور انسانیت کا خدا ہی حافظ ہے جس کی زمام اقتدار یزید جیسے شخص کے ہاتھوں میں ہو۔

حسینؑ نے تمام طاقت فرساء ناقابل برداشت خطروں کونظر میں رکھتے ہوئے پورے ثبات واستقلال اور بھرپور عزم و جزم کے ساتھ یزید کی بیعت سے انکار کرکے مظلوم عوام کے ذہنوں میں اس کی حکومت اور اس جیسی ہر حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کا تصور پیدا کیا۔

دنیا کے کروڑوں مظلوم عوام کے بے شمار درود وسلام ہوں باطل کے خلاف حسینؑ کی اس غیر معمولی جرأت وہمت اور ان کے اس مثالیہ عزم وارادے پر جس نے ان کی آنکھوں کے سامنے ایک ہمہ گیر منارۂ ہدایت قائم کر دیا۔

۳۔ حسین کی مظلومی میں بے مثال دلکشی ہے

دنیا میں مظلوم انسانوں کی فہرست بہت طولانی ہے لیکن امام حسینؑ کسی ایک رخ سے نہیں بلکہ بہت سے رخوں اور بہت سی حیثیتوں سے مظلوم تھے وہ اتفاقی طور پر اچانک ظلم وتشدد کا نشانہ نہیں بنے، بلکہ انہوں نے ایک طے شدہ منصوبے کے ماتحت ہر قسم کے مظالم برداشت کئے ہیں، ان کی مظلومی میں سبق آموزی کا پہلو ہے ان کی قتل گاہ صرف قتل گاہ نہیں بلکہ انسانیت کیلئے بے نظیر درس گاہ بھی ہے ان کے موقف کا بس یہ تقاضا تھا کہ وہ یزید کی بیعت نہ کریں جس کا کردار اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں تھا وہ ان کے نزدیک بھی اس قابل نہیں تھا کہ ان کے روحانی اور غیر روحانی اقتدار کی باگ ڈور اسکے ہاتھوں میں ہو اس کے باوجود ہرگز انہوں نے کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ وہ یزید کے تختۂ حکومت کو پلٹ کر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس طرح کا قدم اٹھانے میں بالکل حق بجانب ہوتے پھر بھی انہوں نے اول سے آخر تک مصالحت آمیز رویہ اختیار کیا، وہ جیو اور جینے دو، کے اصول پر کاربند تھے لیکن اسکے باوجود یزید اور اسکے ہواخواہوں نے شروع ہی سے آپ کے بارے میں تشدد سے کام لیا یزید نے معاویہ کی وفات کے بعد حاکم مدینہ کے نام جو ہدایت نامہ لکھا اس میں کھلم کھلا حکم دیا گیا کہ اگر حسینؑ میری بیعت نہ کریں تو انھیں قتل کر دیا جائے۔ اس طرح کی ہدایت ان کے علاوہ کسی ایسے دوسرے شخص کی بابت نہیں کی گئی تھی، جس سے بیعت لینے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیعت سے علیحدگی کی صورت میں یزید امام حسینؑ کے خود وجود کو اپنے اقتدار حکومت کے لئے ایک مستقل خطرہ سمجھتا تھا، اس لئے نہیں کہ اسے اس بات کا شبہ تھا کہ امام حسینؑ حکومت حاصل کرنے کے لئے کوئی مہم چلا سکتے ہیں بلکہ اس لئے کہ اسے وثوق تھا کہ حسینؑ کے بلند انسانی اخلاق اور کردار کی وجہ سے خود بخود لوگوں کے دل ان کی طرف کھینچ جائیں گے۔ وہ کبھی نہ کبھی ان کے بلند نظر اور مستغنی باپ کی طرح انھیں اقتدار حکومت قبول کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد امام حسینؑ نے جب مدینہ چھوڑ کر مکے میں پناہ لی جو تمام لوگوں کے واسطے ایک عمومی پناہ گاہ کی حیثیت رکھتا تھا تو وہاں بھی انہیں سکون واطمینان سے نہیں رہنے دیا گیا بلکہ خفیہ طور پر ان کی زندگی کے ختم کرنے کا انتظام کیا گیا انہوں نے مکہ عین زمانہ حج میں چھوڑ دیا ان کے اور ان کے ساتھیوں کے بڑھتے ہوئے قدموں کو حر ابن یزید ریاحی کی مسلح فوجوں نے روک دیا۔ امام حسینؑ طاقت کا استعمال کر کے اس فوج کو تہس نہس کر سکتے تھے ان کے ساتھیوں نے اس طرح کا مشورہ بھی دیا، مگر حسینؑ اپنی طرف سے جنگ کی ابتداء نہیں کرنا چاہتے تھے۔ آخر حُر نے کربلا کے میدان میں چھوٹے سے حسینی قافلے کو

ٹھہرنے پر مجبور کردیا وہ بھی سخت گرمی میں نہر فرات کے کنارے سے دور پھر ساتویں محرم سے حسینؑ اوران کے چھوٹے بڑے ساتھیوں پر پانی بھی بند کردیا گیا، کربلا پہنچ کر حسینؑ نے یزیدی فوج کے سردار پسر سعد سے کئی مرتبہ بات چیت کرکے چاہا کہ آپس میں لڑائی اور ٹکراؤ کی نوبت نہ آئے، لیکن یزید کا مقرر کیا ہوا حاکم کوفہ ابن زیاد اپنی طاقت کے نشہ میں غلط فہمی کا شکار تھا وہ مظلومی کے ردعمل کو نہیں جانتا تھا، چنانچہ دسویں محرم کو جب لڑائی شروع ہوئی تو انھیں اوران کے چھوٹے چھوٹے دودھ پیتے بچوں تک کو بھوکا پیاسا تہ تیغ کردیا گیا ان کے لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے ان کے سروں کو نوک نیزہ پر بلند کیا گیا، ان کے خیموں میں آگ لگادی گئی ان کے گھرانے کی خواتین کو قیدی بنایا گیا اوران کی توہین وتذلیل میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی۔

امام حسینؑ کی یہ بے مثال مظلومی جس کے پیچھے انکار بیعت کا شریفانہ جذبہ تھا، پوری دنیائے انسانیت کے دلوں میں ان سے محبت اورعقیدت پیدا کرنے کا زبردست محرک ہے۔ اسی لئے بلاتفریق مذہب وملت کے تمام لوگ ان کی عزت کرتے اوران کی بارگاہ میں عقیدت واحترام کے ساتھ پھول چڑھاتے ہیں۔

۴۔ آج جبکہ دنیائے انسانیت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی ہے

ہندوستان کا کیا ذکر کیا جائے اس کو تہذیب وتمدن کے لحاظ سے یوروپ اور امریکا کے برابر نہیں سمجھا جاتا، امریکہ اور یورپ جنھیں تہذیب وتمدن کا نمونہ خیال کیا جاتا ہے وہاں رنگ اورنسل کے لحاظ سے جوافسوسناک طبقاتی تفریق ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ ہندوستان میں گاندھی جی کی قابل قدر کوششوں کے نتیجے میں کسی حدتک یہ تفریق دب گئی ہے لیکن ابھی تک اس نے ہندوستانی سماج سے اپنا بوریا بستر مکمل طور پر نہیں باندھا ہے۔ لیکن حضرت امام حسینؑ وہ وسیع القلب اور بلند نظر انسان تھے، جنھوں نے آج سے تقریباً چودہ سو برس پہلے اس طرح کی تفریق وامتیاز کو کربلا کی سرزمین پر بالکل نیست ونابود کردیا، انھوں نے اپنے بھائی عباسؑ ابن علی اپنے بیٹے علی اکبرؑ اپنے بھتیجے قاسمؑ ابن حسن اپنے بچپنے کے دوست حبیب ابن مظاہرؑ اور سیاہ رنگ کے جونؑ غلام ابوذر غفاریؓ کے درمیان کسی قسم کا امتیاز نہیں قرار دیا۔ طبقاتی امتیازات کے ختم کرنے کے لئے امام حسین علیہ السلام نے یہ جو قدم اٹھایا، اس نے تمام پسماندہ دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ انھوں نے طبقاتی تفریق کے خلاف یہ وہ قابل قدر اقدام کیا، جو آج بھی دنیائے انسانیت کے لئے ایک شمع راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۵۔ ہندوستان کی اس زہریلی فرقہ وارانہ فضامیں

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندوستان مختلف ادیان و مذاہب کے ماننے والوں کا عظیم مرکز ہے، اگرچہ کوئی مذہب کسی دوسرے مذہب کے ماننے والوں سے نفرت کرنے کا سبق نہیں دیتا ہے، لیکن یہ بھی نا قابل انکار حقیقت ہے کہ رقیبانہ سیاست وقت اکثر و بیشتر فرقہ وارانہ جذبات کو بھڑکا کر مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو لڑایا کرتی ہے۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ فرقہ وارانہ نفرت وعداوت ہرگز اس درجہ کی نہیں ہے جو اپنے کسی جانی دشمن سے ہوا کرتی ہے دشمن ہونے کا ہرگز یہ تقاضا نہیں ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ باقی نہیں رہا، یقینا انسانیت کا وہ مشترک رشتہ ہے جو دوست اور دشمن دونوں کو شامل ہے ان کے درمیان صرف رشتہ نہیں بلکہ اس کے تقاضے اور مخصوص حقوق بھی برقرار ہیں۔

اس سرزمین ہندوستان کی فرقہ وارانہ مکدر فضا میں جہاں برابر ایک فرقہ دوسرے فرقہ سے دست وگریباں رہتا اور تمام انسانی اقدار و اخلاق کو خیرباد کہہ دیتا ہے۔ حضرت امام حسینؑ کے اس بلند انسانی کردار کو یاد دلانے کی شدید ضرورت ہے کہ آپ کے سامنے جب حرابن یزید ریاحی کی سرکردگی میں دشمن کا فوجی رسالہ اس طرح آیا کہ پیاس کی شدت نے اسے جاں بلب بنادیا تھا تو آپ نے کسی گفت وشنید سے پہلے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اس پوری پیاسی فوج کو سیراب کیاجائے۔

(بقیہ.....صفحہ ۱۶ر پر)

غلاموں کو بھی انہیں کی تعلیم دی گئی، بلکہ عورتوں کو بھی یہ حدیثیں حفظ کرائی گئیں۔ یہ سلسلہ ایک مدت تک جاری رہا۔

اس کے نتائج اور اثرات:

اگر پیغمبرؐ کے اقوال محفوظ رہتے اور حدیثیں جس طرح نکلی تھیں اسی طرح دنیا کو پہنچتیں تو ہرگز امت میں یہ ناگوار شعبے نہ پیدا ہوتے جو آج ہیں اور جن اختلافوں کی وجہ سے اسلام گم ہو رہا ہے لیکن اسلام کو اپنے آگے بڑھنے کے وقت راہ میں کچھ ایسے قطاع الطریق ملے جن سے منزل کھوٹی ہوگئی اور وہ اپنی خوبیوں سمیت نہ پھیل سکا۔

اس حکمنامہ سے پورا پورا رسول کے اقوال کا مقابلہ کیا گیا وہ فضیلتیں جو آل کی فضیلتیں تھیں منقلب کر کے اصحاب کی فضیلتیں قرار دی گئیں اس میں کوئی شخص غور کرے تو اس کو ہرگز ایسے شخص کے کفر میں کلام نہ ہوگا جس نے پیغمبرؐ کے ہر ہر قول کا معارضہ پیش کیا ہو۔

سب میں بڑا خطرہ اسلام کے لئے یہ درپیش ہوگیا کہ اسلام میں ان لوگوں کی پیروی فرض ہوگئی جن کی وقعت اسلام کے ورق میں مرقوم نہ تھی اور نہ ان کے لئے روحانی ریاست کا کوئی حصہ تسلیم کیا جاسکتا تھا۔ پھر ناظرین خیال کرسکتے ہیں کہ شریعت کی باگ کدھر سے کدھر مڑ گئی اور دینی نقطہ میں وہ زلزلہ آیا کہ اس کی جگہ کا پہچاننا مشکل ہوگیا۔

آج ہماری مقابل جماعت اپنے یہاں سے صحابہ کے فضائل کے دفتر پیش کرتی ہے جن کا دعویٰ یہ ہے کہ رسولؐ نے یہ حدیثیں بیان کی ہیں لیکن ان غریبوں کو کیا معلوم کہ یہ کہاں سے اور کیونکر آئیں؟

ہم اس مضمون کو انہیں کی کتاب سے لکھ رہے ہیں لیکن وہ بغیر اس امر کے کہ ہماری تحریر کا اصل کتاب سے مقابلہ کریں گے اس کو جھوٹا فرض کریں گے پھر بتایئے کہ افہام وتفہیم کا راستہ کیونکر پیدا ہو۔

یہی وہ غلطیاں ہیں جنہوں نے پیچ میں پڑ کے ہم کو ایمانی ساحل سے دور کردیا۔ خیر ہم یہ خیال کر کے شاید اس مضمون کو کوئی پڑھ کر حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرے اس مضمون کو لکھتے ہیں۔

آمدم بر سر مطلب:

ان روایات صادقہ میں ایک نکتہ موجود ہے جو اصحاب دماغ سے مخفی نہیں ہے لیکن عام لوگوں کو متنبہ کرنے کے لئے میں اس کی تصریح کرتا ہوں۔ معاویہ کا یہ حکم کہ عثمان کے لئے مناقب وفضائل کی حدیثیں بنانی چاہئیں یا دوسرے مکتوب میں یہ حکم کہ اصحاب اور خلفاء کے لئے بھی مناقب وفضائل کی حدیثیں ہونا چاہئیں، یہ اس بات کی نہایت درجہ تصریح کرتا ہے کہ حضرت عثمان کے لئے مناقب وفضائل کی حدیثیں یا تو موجود ہی نہ تھیں یا اگر تھیں تو ایسی کہ جن کا ہونا نہ ہونے کے برابر تھا اور نہ کوئی وجہ وضع احادیث کے لئے موجود نہیں۔ یوں ہی دیگر اصحاب وخلفا کے متعلق خیال کرنا چاہئے کہ وہاں بھی میدان مناقب وفضائل خالی تھا اور یہی وجہ تھی کہ اس قدر مال خدا اس باطل و دروغ مطلب کے لئے خرچ کیا گیا۔ پھر اب تو خلفا واصحاب کی کسی فضیلت میں دم باقی نہیں رہا چاہے وہ صحیح میں ہوں یا اس کے علاوہ ہوں۔ اگر بفرض محال کہیں ہوں بھی تو باطل میں مل جانے کے بعد ایک بھی قابل احتجاج نہیں جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ (۲۴ر صفر ۱۳۴۳ھ)

۞۞۞

بقیہ۔۔۔۔۔۔۔حسینؑ اور انسانیت

کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ہندوستان کے اس فرقہ وارانہ ماحول میں مختلف فرقوں کے لوگوں کو برابر یاددلایا جاتا رہے کہ تمہیں امام حسینؑ کے اس بلند کردار کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ کسی کے دشمن ہونے کا ہرگز یہ تقاضا نہیں ہے کہ اس کا کوئی انسانی حق تمہارے ذمہ نہ رہے، تم انسانیت کے مشترکہ حقوق اور فرائض سے کبھی دستبردار نہیں ہوسکتے، اگر ہمارے ملک کے مختلف فرقے امام حسینؑ کے صرف اسی ایک سبق کو یاد رکھیں اور اسکے مطابق عمل کریں تو کسی نہ کسی حد تک یہ عمومی اور مہلک فرقہ وارانہ تعصب و نفرت خود بخود گھٹتا چلا جائے۔ (مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۸۶ء)